عقیقہ کی حقیقت

محمد صغیر حسن معصومی

یہ حقیقت ہے کہ اسلام کے قوانین اور قرآنی احکام و نواہی پیغمبر اسلام علیہ الصلاۃ و السلام اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی وساطت سے ہم تک پہنچے ہیں۔ احادیث کے ذخیرے اور قدمائے امت کی تصانیف اس بات کی شاہد ہیں کہ بہت سے افعال رسالتماب صلی اللہ علیہ وسلم سے امام مالک رح تک عملاً پہنچے۔ بعض روایات خود امام مالک نے ایسی منضبط کی ہیں جن کے متعلق ان کو کہنا پڑا کہ روایت یہی ہے مگر اہل مدینہ کا عمل اس کے مطابق نہیں۔ ظاہر ہے کہ امام مالک حدیث کے آگے اہل مدینہ کے نبوی طریقۂ عمل کو باطل نہ کہہ سکے، اور خود بھی عمل میں ان کی اقتدائ کرتے رہے۔ ان کا مجموعہ حدیث اولین مجموعہ ہے اور جس کی مرسل روایتیں بھی محدثین کے نزدیک مرفوع کا درجہ رکھتی ہیں کہ بعد کی بیان کردہ اسانید کے لحاظ سے ان کا سلسلہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک جا پہنچتا ہے، مؤطا امام مالک کے علاوہ امام اوزاعی شامی کے اقوال، امام ابو یوسف اور امام محمد کی کتابیں اس امر کی شہادت پیش کرتی ہیں کہ ان کے یہاں بہت سی ایسی حدیثیں ملتی ہیں جن کا ذکر صحاح ستہ اور بعد کے دوسرے مجامیع حدیث میں بھی موجود نہیں، اس موضوع پر پھر کبھی لکھا جائے گا اس وقت اسی موضوع سے متعلق ایک خاص مسئلے یعنی عقیقہ کے متعلق کچھ عرض کرنا ہے۔

اس مقالے کی تحریک اس بات سے ہوئی کہ کچھ دن ہوئے راقم کی توجہ امام شوکانی کی مشہور عالم شرح حدیث نیل الاوطار (شرح منتقی الاخبار)، طبع ثانی، ۱۳۷۱ھ/۱۹۵۲ء، مطبعہ مصطفی البابی المصری، جلد ۵، ص ۱۴۰ کی حسب ذیل عبارت کی طرف دلائی گئی :

"حکی صاحب البحر عن ابی حنیفة ان العقیقة جاهلیة محاها الاسلام، وھذا ان صح عنه حمل علی انها لم تبلغه الاحادیث الواردة فی ذلک"۔

ترجمه : صاحب البحر نے امام ابو حنیفه سے حکایت کی ھے که عقیقه زمانۂ جاھلیت کی رسم ھے جس کو اسلام نے مٹادیا۔ یه بات اگر صحیح ھے تو اس کا مفہوم یه لیا جائے گا که امام ابو حنیفه کو عقیقه کے بارے میں جو حدیثیں وارد ھوئی ھیں، نہیں پہنچیں۔

عقیقه کی حقیقت یه ھے که زمانۂ جاھلیت میں جب بچه پیدا ھوتا تو ساتویں دن ایک بکره ذبح کرتے، بچے کا سر مونڈتے اور جانور کا خون سر پر لگاتے، پھر اسکا نام رکھتے۔ اس رسم کا ذکر کرتے ھوئے امام علاؑالدین ابوبکر بن مسعود کاسانی (المتوفی ۵۸۷ھ، جن کا لقب "ملک العلماءؑ" تھا) نے اپنی کتاب بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، جلد پنجم کے صفحه ۶۹ پر امام محمد رحمۃاللہ علیه سے ابو بکر کیسانی کی حکایت بیان کی ھے، که قربانی نے جاھلیت کے چند خون منسوخ کردئے، جاھلیت میں عقیقه کا رواج تھا، شروع اسلام میں لوگ اس پر عمل کرتے رھے، پھر یه عمل قربانی کے حکم سے منسوخ ھوگیا، جاھلیت کے دو اور ذبیحے تھے ایک کو رجبیه کہتے تھے، یعنی ایک گھر والے ایک بکری رجب کے مہینے میں ذبح کرتے، پکاتے اور کھاتے تھے، اسی طرح عتیره ایک دوسرا ذبیحه تھا، جب اونٹنی یا بکری بچه دیتی تو پہلے بچه کو ذبح کرتے اور سب مل کر کھاتے تھے، امام محمد کا بیان ھے که اسلام میں جب قربانی کا حکم دیا گیا تو یه تینوں طرح کے ذبیحے : عقیقه، رجبیه، اور عتیره منسوخ ھوگئے۔ امام ابو حنیفه رحمة الله علیه کے نزدیک قربانی کرنا واجب ھے اور صاحبین کے نزدیک سنت مؤکده۔ ان ذبیحوں کے منسوخ ھونے کی دلیل ام المؤمنین حضرت عایشه رضی الله عنها کا فرمان ھے جسکو ھرگز آپ نے اپنے اجتهاد سے نہیں فرمایا ھوگا بلکه ایسا ھی حکم آپ نے آنحضرت صلی الله علیه وسلم سے سنا اور سمجھا ھوگا، آپ فرماتی ھیں :

" روی عن سیدتنا عائشة رض انها قالت نسخ صوم رمضان کل صوم کان قبله، و نسخت الاضحیة کل ذبح کان قبلها، و نسخ غسل الجنابة کل غسل کان قبله،، یعنی ام المؤمنین حضرت عایشه رضی اللہ عنہا سے روایت کی گئی ہے، آپ نے فرمایا "رمضان کے روزے نے اس سے قبل کے ہر روزے کو مٹادیا، قربانی نے اس سے پہلے کے ہر قسم کے ذبح کو منسوخ کیا، اور غسل جنابت کے حکم نے پہلے کے ہر طرح کے غسل کو مٹادیا،، ۔

بنا بریں امام محمد رحمۃاللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ عقیقہ ایسا ذبیحہ ہے جس کا جی چاہے کرے، جس کا جی چاہے نہ کرے (ذکر محمد فی العقیقة فمن شاء فعل و من شاء لم یفعل) ۔ اور جامع صغیر میں آپ نے جو کچھ لکھا ہے اس سے ناپسندیدگی اور کراہیت ظاہر ہوتی ہے، کیونکہ عقیقہ امر زائد (فضل) تھا جس کا منسوخ ہونا اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ مکروہ ہے، کیونکہ روزہ اور صدقہ فرض تھا، جب منسوخ ہوا تو مباح یا نفل ہونا باقی رہا ۔ (کاسانی : بدائع جلد ۵، ص ۶۹) ۔

علامہ کاسانی کی حسب ذیل عبارت بھی قابل غور ہے :

وقال الشافعی رض العقیقة سنة عن الغلام شاتان و عن الجاریة شاة، واحتج بماروی ان رسول اللہ ص عق عن الحسن و الحسین کبشا کبشا، و انا نقول انها کانت ثم نسخت بدم الاضحیة بحدیث سیدتنا عایشةرض، و کذا روی عن سیدنا علی رض انه قال : نسخت الاضحیة کل دم کان قبلها، والعقیقة کانت قبلها کالعتیرة، و روی ان رسول اللہ علیه وسلم سئل عن العقیقة فقال : ان اللہ تعالی لایحب العقوق من شاء فلیعق عن الغلام شاتین و عن الجاریة شاة، و هذا ینفی کون العقیقة سنة لانه علیه الصلوة و السلام علق العق بالمشیئة و هذا امارة الاباحة ، واللہ عز شانه اعلم ۔

ترجمہ : امام شافعی رض فرماتے ہیں عقیقہ سنت ہے، لڑکے کی طرف سے

دو بکریاں اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری (ذبح کرنا چاھئے) ۔ ان کی دلیل وہ روایت ھے جس میں بیان کیا گیا ھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسن اور حضرت حسین کی طرف سے ایک ایک مینڈھا (ذبح کیا) ۔
اور ھم (یعنی احناف) کہتے ھیں کہ عقیقہ تھا، پھر قربانی کے حکم سے منسوخ ھوگیا (جس کی وضاحت) ام المؤمنین حضرت عایشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث سے ظاھر ھے ۔ اسی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ھے آپ نے فرمایا : قربانی کے حکم سے قبل کے ھر طرح کے ذبیحہ کو منسوخ (قرار دیا گیا) ۔ اور عقیقہ بھی قربانی سے پہلے مثل عتیرہ کے تھا یعنی قربانی نے اسے منسوخ کردیا) ۔ روایت ھے کہ حضرت رسالتماب صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ عقیقہ کا کیا حکم ھے ؟ آپص نے فرمایا : اللہ تعالی نافرمانی کو پسند نہیں کرتا ھے، جو چاھے لڑکے کی طرف سے دو بکریاں اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری عقیقہ میں (ذبح کرے) ۔ اس سے ظاھر ھوتا ھے کہ عقیقہ سنت نہیں کیونکہ آپ نے اسے انسان کی مرضی پر چھوڑ دیا ھے اور یہی بات اس کے مباح ھونے کی دلیل ھے واللہ تعالی اعلم ۔

عقیقہ کے اختیاری ھونے کی مزید حدیثیں امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے حسب ذیل روایت کی گئی ھیں : (دیکھئے مرتضی زبیدی : عقود الجواھر المنیفۃ، ج ۲، ص ۹۴) ۔

''ابو حنیفۃ عن حماد عن ابراھیم انہ قال کانت العقیقۃ فی الجاھلیۃ فلما جاء الاسلام رفضت، کذارواہ محمد بن الحسن فی الاثار عنہ، قال و بہ ناخذ ۔

ابو حنیفۃ عن زید بن اسلم عن ابی قتادۃ رضی اللہ عنہ قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا احب العقوق، کذا رواہ طلحۃ من طریق عبداللہ بن الزبیر عنہ، قال و رواہ الصلت بن الحجاج عن ابی حنیفۃ عن زید بن اسلم، فقال سئل النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن العقیقۃ، فقال لا احبھا ولم یذکر ابا قتادۃ، و کذ ارواہ ابو

یوسف عنه و رواه ابن المظفر من طریق محمد بن واصل ابن اسام عنه عن زید بن اسلم قال : سئل النبی صلی اللہ علیه وسلم عن العقیقة قال لا احب العقوق کانه کره الاسم ۔

ترجمه : امام ابو حنیفهرح نے حماد سے انہوں نے ابراهیم سے روایت کی، انہوں نے کہا عقیقه جاهلیت میں (رائج) تھا، جب اسلام آیا ، تو چھوڑ دیا گیا، امام محمد بن حسن نے اپنی کتاب الاثار میں ایسے هی روایت کی ہے، اور فرمایا که هم لوگ اسی کو لیتے هیں، امام ابو حنیفه نے زید بن اسلم سے اور انہوں نے ابو قتادهرض سے روایت کی، انہوں نے کہا حضرت بنی کریم صلی اللہ علیه وسلم نے فرمایا، میں عقوق (نافرمانی) کو پسند نہیں کرتا ۔ ایسے هی طلحه نے حضرت عبداللہ بن زبیر کے طریق سے روایت کی، طلحه نے کہا اس کو صلت بن الحجاج نے امام ابو حنیفه سے بواسطه زید بن اسلم روایت کیا، فرمایا، نبی صلی اللہ علیه وسلم سے عقیقه کے بارے میں سوال کیا گیا، آپ نے فرمایا میں اس کو پسند نہیں کرتا، (راوی) نے ابو قتاده کا ذکر نہیں کیا، ایسی هی روایت ان (زید) سے امام ابو یوسف نے بیان کی، اور ابن مظفر نے محمد بن واصل ابن اسلم کے طریق سے زید بن اسلم سے بیان کیا، فرمایا : حضرت نبی صلی اللہ علیه وسلم سے عقیقه کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا میں عقوق (عقیقه کرنے) کو پسند نہیں کرتا، گویا آپ نے اس نام (عقیقه) کو ناپسند فرمایا ۔

روایات مذکوره بالا سے یه بات واضح ہے که احناف کا مسلک عقیقه کے بارے میں صحابۂ کرام رضوان اللہ علیهم اجمعین کے بیان کرده آثار و احادیث پر مبنی ہے ۔ تاریخ شاهد ہے که امام ابو حنیفه رحمة اللہ علیه اور صاحبین عہد صحابه سے زیاده قریب تھے، اور ان کی کتابیں ایسے آثار و احادیث پر مشتمل هیں جن کا وجود تیسری اور چوتھی صدی هجری کے مجامیع حدیث میں کلاً یا جزواً مفقود ہے ۔ امام صاحب کے نوجوان معاصر امام مالک هیں جن

کی کتاب مؤطا اولین مجموعۂ حدیث ھے ۔ ظاھر ھے کہ امام مالک کا قول احادیث نبوی کے خلاف نہیں ھو سکتا ۔ امام مالک کے نزدیک عقیقہ سنت ھے ۔ اور اگرچہ حسن بصری رحمۃاللہ علیہ کے نزدیک عقیقہ واجب ھے، ان کی اور قتادہ کی رائے ھے کہ لڑکی کی طرف سے عقیقہ نہیں کیا جائے ۔ ساتھ ھی حسن بصری اور ابن سیرین کا قول ھے کہ اضحیہ (قربانی) عقیقہ کے لئے کافی ھے، یعنی اگر کوئی قربانی کرے تو پھر عقیقہ کرنے کی ضرورت نہیں (دیکھئے کتاب اختلاف الصحابة و التابعین، نسخہ مصورہ، ادارۂ ھذا، ورق ۱۳۲ : وھی (العقیقة) سنة عند اکثر اھل العلم، و ھو قول مالک و احمدرح، و قال ابو حنیفة و اصحابه لیست بسنة ، ویحکی عن الحسن انها واجبة، وھو مذھب داؤد . واختلفوا فی التسویة بین الغلام و الجاریة، فکان الحسن و قتادة لایریان عن الجاریة عقیقة، و ذھب قوم الی التسویة بینهما عن کل واحد شاة ۔

ترجمہ : اکثر اھل علم کے نزدیک عقیقہ سنت ھے، امام مالک اور امام احمد کا قو ل یہی ھے، امام ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب فرماتے ھیں کہ سنت نہیں ۔ حسن بصری سے حکایت کی جاتی ھے کہ عقیقہ واجب ھے، اور یہی مذھب داؤد کا بھی ھے ۔ لوگوں کا اس بارے میں اختلاف ھے کہ لڑکا اور لڑکی دونوں کی طرف سے برابر برابر عقیقہ دیا جائے ۔ حسن بصری اور قتادة کی رائے ھے کہ لڑکی کی طرف سے عقیقہ نہیں ھے ۔ اور ایک جماعت اس بات کی طرف گئی ھے کہ دونوں کے درمیان برابری ھے، ھر ایک کی طرف سے ایک ایک بکری ذبح کی جائے،، ۔

صاحبین رح کے بعد سب سے قدیم حنفی تالیف امام طحاوی کی اختلاف الفقہاٗ جلد اول ھے ۔ (دیکھئے صفحہ ۸۹، ۹۰، شایع کردہ ادارۂ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد) باب ''فی العقیقہ،، کا پورا ترجمہ حسب ذیل ھے :

''امام محمدرح نے املاٗ میں کہا ھے کہ عقیقہ نفل ھے، اس

کا رواج جاهلیت کے زمانہ میں تھا مسلمان ابتداءً اسلام میں عقیقہ کرتے رهے، پھر قربانی کے ذبیحہ نے اس (عقیقہ) کو منسوخ کردیا تو جو چاهے عقیقہ کرے جو چاهے نہ کرے۔ امام مالک یتیم کی طرف سے عقیقہ اور قربانی دینے کا حکم دیتے هیں ''اور امام مالک اس اس قول کو بھی ذکر کرتے هیں کہ عقیقہ کرنا مستجب هے، اگرچہ ایک چڑیا ذبح کرکے عقیقہ کیا جائے۔

امام مالک نے یہ بھی کہا هے کہ کسی کا عقیقہ چڑیا سے نہیں ادا کیا جاتا هے کیونکہ اللہ تعالی نے ''فرمایا کہ چوپائے جانوروں میں سے جو کچھ اللہ تعالی نے رزق دیا هے، ذبح کیا جائے۔

امام مالک نے یہ بھی کہا هے کہ کسی کی طرف سے ساتویں دن سے پیشتر عقیقہ نہ دیا جائے۔ اور اگر ساتویں دن سے پہلے بچہ مرگیا، تو عقیقہ اس کا نہ دیا جائے گا۔ اور نہ بڑے کی طرف سے عقیقہ دیا جائے۔ اور ساتویں هی دن دوپہر کے وقت عقیقہ دیا جائے۔ کہ یہی وقت قربانی کے جانوروں کا هے، ان کا گوشت گھر والے کھائیں اور پڑوسیوں کو کھلائیں۔

امام ثوری فرماتے هیں کہ واجب نہیں، اگر عقیقہ کیا جائے تو اچھا هے، (استحباب کی طرف مائل هیں)۔

امام اوزاعی فرماتے هیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں میں سے ایک سنت هے، اور لڑکے کا سر نہ مونڈا جائے گا۔

''لیث فرماتے هیں اگر (جانور) مہیا نہ هوسکے کہ سات دنوں میں عقیقہ کیا جائے تو اس کے بعد عقیقہ کرنے میں کوئی مضایقہ نہیں، اور سات دنوں کے بعد واجب نہیں هے کہ کسی کا عقیقہ کیا جائے ''۔

''امام مالک فرماتے ھیں کہ لڑکے اور لڑکی کی طرف سے عقیقہ کیا جائے گا جیسا کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے : ام کرز کعبیہ کی روایت ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ لڑکے کی طرف سے دو بکریاں اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری عقیقہ کیا جائے۔

حضرت ابن عباس رض سے روایت ہے کہ حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے حسن رض کی طرف سے ایک سینڈھا اور حسین رض کی طرف سے ایک مینڈھا عقیقہ دیا۔

حضرت حسن (بصری) سمرہ سے اور وہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ھیں کہ لڑکا اپنے عقیقہ کے عوض گروی رکھا ہوا ہے، تو اس کی طرف سے ساتویں دن ذبح کیا جائے اور سر مونڈا جائے اور نام رکھا جائے۔

یزید بن عبدالمزنی اپنے باپ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ھیں کہ حضور نے فرمایا کہ لڑکے کی طرف سے عقیقہ کیا جائے، اور بچے کا سر خون آلود نہ کیا جائے۔''

ان روایات سے یہ امر واضح ہے کہ تابعین جو صحابہ سے قریب تھے باستثناء امام حسن بصری وجوب کے قائل نہیں، اور لڑکی کے عقیقہ کا انکار امام حسن بصری اور قتادہ دونوں سے ثابت ہے، اس طرح حسن بصری کا قول صرف لڑکے کے حق میں باقی رھتا ہے۔

دوسرا قابل غور نکتہ یہ ہے کہ بہت سے آثار و احادیث دال ھیں کہ عقیقہ کے لئے لڑکا اور لڑکی میں کوئی امتیاز نہیں، ایک ایک بکری دینا کافی ہے، البتہ بعض احادیث و آثار سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ لڑکے کی طرف سے دو بکریاں ذبح کرے۔ حالانکہ قربانی میں یا حج کے ایام میں دم دینے میں

یا دوسری عبادات میں یہاں تک کہ زکوۃ کے نصاب میں بھی کبھی کسی روایت سے کسی طرح کا امتیاز ثابت نہیں ۔

تیسرا نکتہ قابل اعتنا یہ ہے کہ احادیث کی روایتیں دوسری صدی سے کثرت طرق کے ساتھ زیادہ سے زیادہ قبولیت حاصل کرنے لگیں، اور بعض احادیث بوجہ کثرت اسانید یا دوسری وجوہ کی بنا پر محدثین کے یہاں نسبتاً زیادہ مقبولیت حاصل کرگئیں، اور بعد کے قرون میں صحابہ کرام اور خود پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے عملی طریقے ماند پڑنے لگے، صرف یہی نہیں بلکہ بہت سے اعمال اور حضور ص کی سنتیں محدثین کے یہاں رفتہ رفتہ کثرت اسانید والے اقوال و افعال کے مقابل میں مستور و محجوب ہونے لگیں ۔ منجملہ دیگر بے شمار امثلہ کے خود قربانی اور عقیقہ کا مسئلہ بطور مثال قابل غور ہے کہ اس کے متعلق کچھ اقوال و آثار بیان کئے جاچکے، مزید تفصیل کے لئے امام طحاوی کے بعد کے حنفی امام ابوبکر جصاص رازی کی کتاب احکام القرآن (ج ۳، ص ۲۴۸-۲۵۰) سے اقتباسات پیش کئے جاتے ہیں :-

''فقہا کے مابین قربانی کے واجب ہونے میں مختلف اقوال ہیں، امام شعبی ابو سریحہ سے روایت کرتے ہیں : کہا میں نے ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا کہ وہ دونوں قربانی نہیں کرتے تھے ۔ عکرمہ (تابعی) فرماتے ہیں کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ مجھ کو یوم اضحیٰ میں دو درہم کا گوشت خریدنے کو بھیجتے، اور فرماتے جو تم سے پوچھے، کہہ دو یہ ابن عباس (رضی اللہ عنہ) کی قربانی ہے ۔ ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قربانی حتمی (یقینی) نہیں بلکہ سنت اور نیک عمل ہے، (نوٹ : ان اقوال پر عمل کرنے اور ان سے راہنمائی حاصل کرنے سے پہلے یہ ضروری ہے کہ تاریخی حقایق کو پیش نظر رکھیں، یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ حضرت ابو بکر رض اور حضرت عمر رض نے

اپنے پیچھے خلافت کے بعد بھی اتنا کم مال چھوڑا جس کی نظیر اقوام عالم کی تاریخ میں نہیں ملتی، کیونکہ یہ دونوں حضرات اپنا سب کچھ مسلمانوں کی بھلائی اور دینی خدمت کے لئے خرچ کردیتے تھے، ان کے پاس اتنا بچتا ھی کب تھا کہ قربانی کرتے۔ قربانی تو صاحب نصاب پر واجب ھے، ایسے لوگوں پر واجب نہیں جن پر زکواۃ فرض نہ ھو۔ ایسے حضرات جو حضرت ابو بکر رض اور حضرت عمر رض کی مثالیں پیش کرکے لوگوں کو قربانی سے باز رکھنا چاھتے ھیں وہ درحقیقت لوگوں کو گمراہ کرنا چاھتے ھیں ۔ البتہ بعض مالدار بھی اپنے غریب پڑوسیوں کی خاطر اور ان کی امداد کے لئے کبھی کبھی قربانی ترک کردیتے تھے جن کی تعداد بہت کم ھے اور ایسی شخصی آراء پر آثار صحابہ اور سنت نبوی کے مقابل میں عمل نہیں کیا جاسکتا، جیسے ابو مسعود انصاری کا قول آگے آتا ھے ۔)

''ابو مسعود انصاری فرماتے ھیں :۔ میں البتہ (اضحی) چھوڑ دیتا ھوں، اور میں مالدار ھوں ، اس ڈر سے کہ کہیں میرے پڑوسی یہ نہ سمجھیں کہ یہ مجھ پر حتمی ھے ۔ (نوٹ : اس قول کا یہ مفہوم بھی ھوسکتا ھے کہ اپنے پڑوسیوں سے اپنے مال و دولت کو چھپانا چاھتے تھے تاکہ مدد کے لئے انہیں تنگ نہ کریں ۔ یا انہیں استطاعات نہ ھونے پر احساس کمتری نہو ۔)

'' ابراھیم نخعی فرماتے ھیں کہ قربانی واجب ھے ، مسافر پر واجب نہیں ،ان سے یہ روایت ثابت ھے، کہتے تھے جب لوگ (اپنے گھروں میں) حاضر ھوتے تو قربانی کرتے اور جب حالت سفر میں ھوتے تو قربانی نہیں کرتے تھے ۔ یحیی بن یمان بواسطۂ سعید بن عبدالعزیز مکحول سے روایت کرتے ھیں کہ قربانی واجب ھے، امام ابو حنیفہ، محمد اور زفر کا قول ھے کہ قربانی مقیم مالداروں پر عام ازین کہ شہری

هوں یا قروی (دیہاتی) واجب ہے، مسافروں پر واجب نہیں، اگرچہ مسافر مالدار ہوں، اور مالداری کی حد یہ ہے کہ اتنی دولت ہو کہ مالک پر صدقۂ فطر واجب ہو، (یعنی بروقت اتنی دولت جمع ہوجائے کہ اگر وہ رقم سال بھر رہے تو زکات واجب ہوجائے ۔) امام ابو یوسف سے بھی ایک قول ایسا ہی ثابت ہے، دوسری روایت یہ ہے کہ قربانی واجب نہیں سنت ہے ۔ اور امام مالک کا قول یہ ہے کہ مسافر ہو یا مقیم (مالدار ہونے پر) ضروری ہے اور بلا عذر ترک کرے تو برا کرتا ہے ۔ امام ثوری اور امام شافعی فرماتے ہیں کہ یہ واجب نہیں ہے، امام ثوری کا ایک قول یہ بھی ہے کہ اس کے ترک کرنے میں مضایقہ نہیں، اور عبداللہ بن الحسن کہتے ہیں کہ قربانی کی رقم اپنے باپ (محتاج) کو اگر دےدے تو قربانی کرنے سے میرے نزدیک زیادہ پسندیدہ ہے۔،،

یہاں قربانی کے متعلق اقوال مذکورہ بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ فقہاۓ قدیم اپنے عہد کے اہل علم و بصیرت اور سنن متوارثہ کے پیش نظر عام امت کی رہنمائی کے لئے اپنے فیصلوں کا اظہار کیا کرتے تھے، اور ان تجزیہ کئے ہوئے احکام میں روز افزوں آثار و احادیث کی روایت کے پیش نظر محدثین اپنے اپنے اقوال و فیصلے منضبط کرتے تھے، آئیے آپکی توجہ پھر عقیقہ کے نسخ والے دونوں آثار جنکی نسبت ام المؤمنین حضرت عایشہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کی طرف کی گئی ہے اور علامہ کاسانی کے اقتباس کے ذیل میں بیان کئے جاچکے ہیں، کی طرف منعطف کی جاتی ہے، امام ابوبکر رازی نے (احکام القرآن، جلد ۳، ص ۲۴۹) عقیقہ کے لئے اضحیہ کے ناسخ ہونے کا ذکر اس طرح کیا ہے :

''قربانی کے وجوب کی دلیل میں اس روایت کو پیش کیا جاتا ہے جس

کو جابر جعفی نے ابو جعفر سے روایت کیا ہے، قال : نسخت الاضحیة کل ذبح کان قبلها و نسخت الزکاة کل زکاة کانت قبلها، و نسخ صوم رمضان کل صوم کان قبله، و نسخ غسل الجنابة کل غسل کان قبله، قالوا فهذا یدل علی وجوب الاضحی لانه نسخ به ما کان قبله ولا یکون المنسوخ به الا واجبا، الاتری ان کل ما ذکره انه ناسخ لما قبله فهو فرض او واجب،، ، قربانی ہر اس ذبیحے کی ناسخ ہوئی جو قربانی سے قبل کیا جاتا تھا، زکات نے قبل کے زکات و صدقه کو منسوخ کردیا، اور رمضان کے روزے سے قبل کا روزہ، اور غسل جنابت سے قبل کا غسل منسوخ ٹھیرا، لوگ کہتے ہیں کہ یہ قربانی کے وجوب پر دلیل ہے، کیونکہ اس کی وجہ سے قبل کی رسم منسوخ ہو گئی اور (عام طور پر) کوئی چیز واجب ہی سے منسوخ قرار پاتی ہے، کیونکہ اس روایت میں ہر ناسخ چیز یا تو فرض ہے یا واجب،، ۔

ان احادیث و آثار سے نسخ کی روایتوں کی تقویت ہوتی ہے، مولانا عبدالحی لکھنوی رحمة اللہ علیه نے مؤطا محمد کے حاشیه التعلیق الممجد (مطبع یوسفی) صفحه ۲۹۱ پر ان روایات کی مزید تحقیق کی ہے، چنانچه ان کا بیان ہے که حدیث نسخ دارقطنی اور پھر بیہقی نے اپنے اپنے سنن میں اس طرح روایت کی ہے : ''عن المسیب بن شریک عن عقبة بن الیقظان عن الشعبی عن مسروق عن علی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم نسخت الزکاة کل صدقة و نسخ صوم رمضان کل صوم و نسخ غسل الجنابة کل غسل و نسخت الاضحی کل ذبیح : ترجمة : مسیب بن شریک ، عقبه بن الیقظان، شعبی اور مسروق کی وساطت سے حضرت علی رض سے روایت ہے آپ نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم نے فرمایا زکات نے ہر قسم کے صدقه کو، اور رمضان کے روزہ نے ہر روزہ کو اور غسل جنابت نے ہر غسل کو، اور قربانی نے ہر قسم کے ذبیحه کو منسوخ کردیا،، ۔

البته دارقطنی اور بیہقی دونوں نے اس حدیث کو ضعیف کہا ہے ۔

دارقطنی کا قول ہے کہ مسیب بن شریک اور عقبہ متروک ہیں، اور عبدالرزاق نے اپنی کتاب مصنف میں نکاح کے آخر میں حسب بیان عینی و زیلعی و ابن حجر اس حدیث کو حضرت علی‌رض پر موقوف بتایا ہے ـ بہر کیف مولانا لکھنوی رحمۃاللہ علیہ نے عقیقہ کے متعلق دوسری احادیث کی بنا پر عقیقہ کے استحباب کی طرف میلان کا اظہار کیا ہے ـ امام ابوبکر رازی نے بھی قربانی کے ضروری ہونے اور وجوب پر دلالت کرنے والی روایتوں کو بیان کیا ہے، اور یہ سب حدیثیں صحاح ستہ کے اکثر مجامیع میں مذکور ہیں ـ اسی طرح عقیقہ کے متعلق بھی بہت سی احادیث کتب حدیث میں مذکور ہیں ـ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر حضرت امام ابو حنیفہ اور حضرت امام مالک رضی اللہ عنہما سے یہ ساری حدیثیں کیونکر مستور رہیں، یا ان حدیثوں کو امام ابو یوسف، امام اوزاعی، مکحول شامی اور محمد بن حسن الشیبانی نے کیوں نظر انداز کردیا، اور صرف ان حدیثوں کو کیوں نقل کیا جن سے ان کا مسلک ہم‌آہنگ تھا، پھر ایک دوسرا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر مختلف مقامات میں ہونے کے باوجود ان حضرات سے استحباب و وجوب والی حدیثیں کیونکر رہ گئیں ؟ ہمیں ان حضرات کے ورع و تقوی، امانت و دیانت، صداقت و ایمانداری کا پورا یقین ہے، اور یہ کسی طرح باور نہیں کیا جاسکتا کہ ان ائمۂ مجتہدین نے ، نعوذ باللہ قصداً اپنے مسلک کے خلاف مضامین کی احادیث کو ترک کردیا ـ حاشا و کلا ! اس کا کسی طرح ادنی گمان بھی نہیں کیا جاسکتا ـ

پھر جب امام شوکانی کی بیان کردہ حکایت پر غور کرتے ہیں جس میں یہ الفاظ مذکور ہیں کہ امام ابو حنیفہ نے عقیقہ کے متعلق یہ فرمایا کہ جاهلیت کی ایک رسم تھی جس کو اسلام نے مٹا دیا، (و حکی صاحب البحر عن ابی حنیفة ان العقیقة جاهلیة محاها الاسلام نیل الاوطار، الجزء الخامس، ص ۱۴۰) ـ گو یہ روایت امام محمد کی نسبت سے الاثار اور مؤطا امام محمد میں موجود ہے اور کاسانی کے یہاں اس کے ماخذ کا پتہ اس طرح ملتا ہے کہ ام

المؤمنین حضرت عایشه اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کی روایتوں کے مطابق عقیقه کا منسوخ ہونا اور اس کا مباح ہونا ظاہر ہوتا ہے، جس کی تفصیل مختلف ائمه مجتہدین کے اقوال کے تجزیه کے ساتھ گزر چکی۔ البته حیرت اس بات پر ہے که آخر امامِ ابو حنیفه کی طرف جس قول کی نسبت صاحب البحر کی حکایت کے ضمن میں کی گئی ہے کسی دوسرے ماخذ میں کیوں نہیں ملتا ؟

کتاب محوله بالا البحر الزخار الجامع لمذاهب علماء الامصار، تالیف احمد بن یحییٰ بن المرتضی (المتوفی ۸۴۰ھ) مکتبه الخانجی، جلد ۴، صفحه ۳۲۳، کی عبارت حسب ذیل ہے : ''(محمد) کانت فی الجاهلیة و صدر الاسلام، فنسخت بالاضحیة ، قلنا : لا دلیل علی النسخ بل هی بدعة ، اذهی جاهلیة محاها الاسلام،، (امام محمد) عقیقه جاهلیت میں تھا اور شروع اسلام میں قربانی سے منسوخ ہو گیا، ہم کہتے ہیں که نسخ پر کوئی دلیل نہیں ہے، بلکه یه ایک بدعت تھی جس کو اسلام نے مٹا دیا،، ، غرض اس قول کا انتساب امام ابو حنیفه کی طرف صحیح نہیں اور غالباً یه امام شوکانی کا اضافه ہے ۔

امام ابن حزم کی محلی (جزء ۷، ص ۵۳۳)، امام شعرانی کی میزان الکبری (ج ۲، ص ۵۸) میں وجوب و استحباب و اباحت پر مشتمل مختلف ائمه کے اقوال مذکور ہیں، مگر امام ابو حنیفه کا قول جو زیر نظر ہے کہیں مذکور نہیں ، اور نه کہیں کتاب الام میں اس کا سراغ مل سکا، حالانکه اس فقہی دائرۃ المعارف میں ائمه کے اختلافی اقوال بکثرت مذکور ہوئے ہیں ۔

ان تاریخی حقایق کے پیش نظر راقم الحروف کی یه توجیه بعید از قیاس نہیں معلوم ہوتی که قرن اول و ثانی میں جو احادیث معمول بها تھیں ۔ بعد کے قرون اولی میں محدثین کے یہاں منضبط نه ہوسکیں، یا اول وثانی قرون میں فقہاء و محدثین نے جن روایات کو ضبط کیا اور جن سے مسائل کا استنباط کیا سیاسی دینی اور اعتقادی اختلافات کے رونما ہونے کے بعد ان روایات کی جگه بےشمار

دوسری روایتوں نے لے لی، اس طرح فقہاء و محدثین کے گروہ ظاہر ہوئے اور دونوں کے درمیان خلیج وسیع سے وسیع تر ہوتی گئی۔ اس نتیجہ سے ارباب ظواہر کے مسلک ضرور معرض خطر میں پڑجاتے ہیں، مگر محدثین و مجتہدین کے اختلافی مسائل کے سمجھنے میں بڑی مدد ملتی ہے، اور ان کا حل بسہولت تمام میسر ہو جا تا ہے، نیز ان تحقیقات سے بہت سے حل طلب مشکل مسائل کی نقاب کشائی ہوتی ہے، اور مستشرقین کے بے شمار شکوک و شبہات کا بالکلیہ ازالہ ہو جاتا ہے۔

اللهم ارنا الحق حقا و ارزقنا اکتسابه، و ارنا الباطل باطلا وارزقنا اجتنابه۔